نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

اعلیٰ حضرت مجدد الفِ ثانی اعلی اللہ مراتبہ

کے

تین ۳ مکتوب

مع اضافاتِ مفیدہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ

ناشر
کتب خانہ یحیوی
نزد مظاہر علوم سہارنپور (یو پی)

حضرت شیخ دامت برکاتھم کی بعض جدید تالیفات

داڑھی کا وجوب عکسی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے احیاء میں نہایت جامع و مستند تالیف۔ جس میں احادیث نبویہ اور فقہائے کرام و مشائخ عظام کے ارشادات و دیگر اقوال سے داڑھی کی ضرورت اور اسکی اہمیت بیان کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ داڑھی سید الکونین اور باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور ان کا طریقہ رہا ہے۔ قیمت ۷۵/۰

موت کی یاد عکسی

(ضمیمہ آپ بیتی نمبر ۶)

موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک ارشاد کی تکمیل میں رسالہ ہذا کو تالیف کیا گیا۔ قیمت ۲/۰۰

اکابر کا رمضان

جس میں اکابر کرام اور مشائخ عظام نور اللہ مراقدہم کے ماہ مبارک کے مختلف معمولات نہایت شرح و بسط کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔ قیمت ۲/۰۰

نصائح حج اور مکتوب گرامی

مع تکملہ

از حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم۔ مع دعاء اردو در عرفات و دعاء عربی اردو در حرم اداکا د۔ از حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلیٰ حضرت مجدد الفِ ثانی اعلی اللہ مراتبہ کے

تین مکتوب

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ امابعد ۔

یہ ناکارہ موت کی یاد اور مختلف رسائل میں یہ مضمون متعدد مرتبہ لکھوا چکا کر تقریباً بیس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت سے بعد عصر اپنے اکابر کے سوانح یا ملفوظات وغیرہ سننے کا معمول ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ باتیں تو اس ناکارہ کو کرنی آتی نہیں اور خاموش بیٹھنے سے بہتر یہ ہے کہ اکابر کے کچھ حالات و واقعات سن لیں ۔

آج کل اعلیٰ حضرت مجدد الفِ ثانی نور اللہ مرقدہٗ کے مکاتیب جن کا ترجمہ و تلخیص مولانا نسیم احمد فریدی امروہی نے کیا تھا اور جو ایک طویل عرصہ تک ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں بالاقساط شائع ہوتے رہے اور ابھی حال ہی میں کتابی شکل میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی توجہ سے شائع ہوئے ہیں ، اپنی بعد عصر کی مجلس میں سُن رہا ہوں ۔ اسکے تین خطوط کے متعلق خیال ہوا کہ ان کو الگ رسالہ کی شکل میں بھی شائع کر دیا جائے تو لوگوں کو فائدہ مزید ہو ۔

پہلے مکتوب کے متعلق حضرت الحاج شاہ غلام علی نقشبندی مجددی نے فرمایا ہے کہ یہ علم عقائد میں فائدہ کثیرہ رکھتا ہے اس کو علیحدہ لکھ لکھ کر لوگوں کو دینا چاہیے ۔ خود حضرت مجدد صاحب نے دوسرے مکتوب میں جو خواجہ حسام الدین کے نام تحریر فرمایا ہے جو اس ترجمہ میں تو بہت مختصر ہے مگر اصل خط میں مفصل ہے کہ پہلا خط جو صاحبزادگان

کے نام لکھا ہے۔ اسکو ضرور ملاحظہ کریں، اور تیسرا مکتوب خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق ہے۔

آج کل لوگ کثرت سے خطوط میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نقل کرتے رہتے ہیں جن میں آپ کو غیر معروف شکل میں دیکھنا یا شریعت کے خلاف کوئی ارشاد نقل --- کرتے ہیں۔ اسلئے ایک خط اس مضمون کا بھی شائع کرا رہا ہوں اگرچہ یہ مضمون فضائل درود شریف اور خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی میں بھی آچکا مگر خطوط میں چونکہ کثرت سے یہ مضمون آتا ہے۔ اسلئے خیال ہوا کہ حضرت مجدد صاحب کا مکتوب بھی شائع کر دیا جائے کہ تمام مکاتیب کا پڑھنا تو مشکل ہے مگر یہ تلخیص آسان ہے۔ اللہ جل شانہ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اول الذکر نے تلخیص کی اور ثانی الذکر نے طبع کرائے

جزاهما الله عني وعن سائر الناظرين احسن الجزاء۔

محمد زکریا عفی عنہ سہارنپوری

مقیم مدینہ طیبہ

۴ / جمادی الاولی ۱۳۹۶ھ یوم جمعہ المبارکہ

مکتوب نمبر ۱

خواجہ عبداللہ و خواجہ عبیداللہ صاحبزادگان حضرت خواجہ باقی باللہؒ[1] کے نام!

(یہ مکتوب بہت طویل اور اہم ہے اسمیں عقائد کا بیان ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے مالابدمنہ کے شروع میں عقائد کی بحث میں اس مکتوب سے اقتباسات لئے ہیں شاہ غلام علی دہلوی نے اس مکتوب کے متعلق فرمایا ہے کہ علم عقائد میں فائدہ کثیرہ رکھتا ہے اس کو علیحدہ لکھ لکھ کر لوگوں کو دینا چاہیئے)

---

[1] یہ دونوں صاحبزادے دو ماؤں سے تھے ان میں بڑے خواجہ عبداللہ تھے جن کا لقب (خواجہ کلاں تھا) اور خواجہ عبیداللہ (خواجہ خورد) کہلاتے تھے اور اپنے بڑے بھائی سے تقریباً چار ماہ چھوٹے تھے، دونوں بڑے صاحبِ فضائل و کرامات تھے۔

خواجہ خورد حضرت مجدد الف ثانی سے مجاز بھی تھے اور انھوں نے عمر بڑے بڑے اکابر علماء کو درس دیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی حضرت خواجہ خورد سے بھی بیعت تھے مکتوباتِ امام ربانی میں تقریباً سات مکتوب ان صاحبزادگان کے نام ہیں، خواجہ کلاں نے سنہ ۱۰۷۳ھ میں اور خواجہ خورد نے سنہ ۱۰۷۴ھ میں وصال فرمایا اور اپنے والد بزرگوار کے قریب دفن ہوئے مورخین نے ان دونوں صاحبزادوں کے القاب کی تعیین اور سنہ وفات اور دیگر حالات میں بڑی غلطیاں کی ہیں، سید کمال سنبھلی نے جو خواجہ خورد کے براہ راست مرید تھے، اسرار یہ میں دونوں بھائیوں کے مفصل حالات لکھے ہیں میں نے اسرار یہ، زبدۃ المقامات مآثر الکرام وغیرہ سے اخذ کرکے ان دونوں صاحبزادوں پر ایک مقالہ لکھا ہے جو (بحر ولایت کے دو آبدار موتی) کے عنوان سے الفرقان بابت ماہ جمادی الاخری و رجب سنہ ۱۳۷۲ھ میں شائع ہو چکا۔ فریدی عفی عنہ

بعد الحمد و الصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات ـــ مخدوم زادوں کی خدمت میں التماس ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد ماجد کے احسانات میں غرق ہے، طریقت میں الف بار کا سبق انھیں سے لیا ہے اور اس راہ کے حروف کی ہجی ان ہی سے سیکھی ہے۔ اندراج النہایۃ فی البدایۃ کی دولت انہی کی برکتِ صحبت سے حاصل کی ہے اور سفر در وطن کی سعادت کو ان کی خدمت کے صدقہ ہی میں پایا ہے انکی توجہ مبارک نے دو ڈھائی ماہ میں اس ناقابل کو نسبتِ نقشبندیہ تک پہنچا دیا، اور اکابر کے حضور خاص کو بھی عطا فرمایا، اس مدتِ قلیلہ میں جو کچھ تجلیات و ظہورات انوار و الوان "بے رنگیہا و بے کیفیہا" ان کے طفیل میں رونما ہوئے انکی کیا تشریح کروں۔ ان کی توجہ مبارک کی برکت سے معارف توحید وغیرہ کا (شاید ہی) کوئی دقیقہ رہ گیا ہو جو اس فقیر پر واضح نہ کیا گیا اور اس کی حقیقت سے اطلاع نہ پائی ہو جب کہ اتنی عظیم الشان دولت آپ کے والد بزرگوار سے اس فقیر کو پہنچی ہو تو اگر تمام عمر بھی اپنے سر کو خدام بارگاہ عالی کے قدموں میں پامال کروں تب بھی کچھ حق ادا نہ ہو سکے۔ اپنی کوتاہیوں کو کیا گناؤں اور اپنی شرمندگی کا کیا اظہار کروں، معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے کہ انھوں نے ہم کوتاہ عمل لوگوں کے کام کو اپنے ذمہ لازم کر کے خدام بارگاہ کی خدمت کے لئے اپنی کمر ہمت کو کس لیا ہے اور ہم دور افتادوں کو فارغ البال کر دیا ہے

گر بر تن من زباں شود ہر موئے
یک شکر وے از ہزار نتوانم کرد

فقیر تین مرتبہ حضرت پیر و مرشد کے آستانہ پر (ان کی زندگی میں) حاضر ہوا ہے۔ آخری حاضری پر فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ضعف بدن غالب آگیا ہے امید حیات کم ہے میرے بچوں کے حالات سے خبردار رہنا پھر اپنے سامنے آپ

دونوں کو طلب کیا اس وقت آپ دونوں دودھ پیتے بچے تھے، حکم فرمایا کہ ان بچوں پر
توجہ کرو۔ ان کے حکم سے ان کے سامنے ہی توجہ کی گئی ۔۔۔ حتیٰ کہ اس کا اثر ظاہر میں بھی
نمایاں ہوا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ان بچوں کی ماؤں پر بھی غائبانہ توجہ کرو، حسب الارشاد
دونوں پر بھی غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضرت والا کی موجودگی کی برکت سے وہ توجہ
نتائج پیدا کرے گی، یہ خیال نہ کرنا کہ میں پیرومرشد کی وصیت کو فراموش کر چکا
ہوں یا تغافل برتتا ہوں ایسا ہرگز نہیں ہے البتہ (راہ سلوک طے کرانے کے لئے)
آپ کے اشاروں کا منتظر ہوں۔

اب چند فقرات بطور خیر خواہی لکھے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ گوش ہوش سے
سنیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو سعادت مند کرے۔

فرض اولین نزد عقلاء تصحیح عقائد ہے، فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے
مطابق، چنانچہ بعض مسائل اعتقادیہ کا بیان کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدس کے ساتھ موجود ہے اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد
سے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ذات میں، صفات میں اور افعال میں یکتا ہے کسی کو
کسی بات میں اسکے ساتھ فی الحقیقت کوئی شرکت نہیں ہے نہ وجود میں اور نہ
اسکے علاوہ (علم وقدرت وغیرہ) میں، کوئی مشارکت اسمی اور مناسبت لفظی ہو تو
وہ بحث سے خارج ہے، اللہ تعالیٰ کے صفات وافعال اسی کی ذات کی طرح
بے چون و بے چگونہ ہیں۔ ان کو مخلوق کے صفات وافعال سے کوئی مناسبت
نہیں ہے۔ مثلاً صفت علم ہے اللہ تعالیٰ کی یہ صفت قدیم اور بسیط ہے کہ اسمیں
تعدد اور تکثر راہ نہیں پاتا ہے۔ اگرچہ وہ تعدد باعتبار تعدد تعلقات ہی کیوں
نہ ہو۔ اسلئے کہ وہاں ایک انکشاف بسیط ہے کہ معلومات ازلی وابدی اسی انکشاف
سے منکشف ہوتے ہیں وہ تمام اشیاء کے احوال متناسبہ ومتضادہ کلیہ وجزئیہ

ہر ایک کے اوقات مخصوصہ کے اندر آن واحد میں جانتا ہے۔ ایک ہی آن میں زید کو موجود معدوم ماں کے پیٹ میں جوان بوڑھا، زندہ مردہ، قائم قاعد مستند پہلو پر لیٹا ہوا، خنداں اگریاں، متلذذ متألم، عزیز ذلیل، برزخ میں حشر میں جنت میں تلذذات کے اندر جانتا ہے۔ پس تعدد تعلق بھی اس مقام پر مفقود ہے اسلئے کہ تعدد تعلقات، تعدد اوقات اور تکثر ازمنہ چاہتا ہے اور وہ یہاں ہے نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر نہ زمانہ جاری ہے نہ تقدم و تاخر، پس اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں معلومات کا تعلق ثابت کریں تو وہ ایک ایسا تعلق ہوگا جو جمیع معلومات سے متعلق ہے اور وہ تعلق بھی مجہول الکیفیۃ ہے اور صفت علم کی طرح بے چون و بے چگونہ وہ جملہ اشیاء کو آنِ واحد میں جانتا ہے۔ اسکی ایک مثال پیش کرکے مسئلہ کو قریب الفہم کرتا ہوں۔

(دیکھیے) یہ بات ممکن ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں کلمہ کو اسکے اقسام متباینہ احوال متغایرہ اور اعتبارات متضادہ کے ساتھ جانے یعنی ایک ہی وقت میں اس کلمہ کو اسم فعل، حرف، ثلاثی، رباعی، معرب، مبنی، متمکن، غیر متمکن، منصرف غیر منصرف، معرفہ، نکرہ، ماضی، مستقبل، امر، نہی کی حیثیت سے جان لے بلکہ جائز ہے کہ وہ شخص کہے کہ میں کلمہ کے تمام اقسام و اعتبارات آئینہ کلمہ میں بیک وقت تفصیل سے دیکھتا ہوں۔ پس جب کہ علم ممکن اور دید ممکن میں اضداد جمع ہوسکتے ہیں، تو پھر علم واجب تعالیٰ میں جب کہ اللہ کے لئے مثل اعلیٰ ہے کیوں بعید ہونگے یہ بھی واضح رہے کہ یہ جمع ضدین صورۃً ہے ورنہ فی الحقیقت انکے درمیان ضدیت مفقود ہے۔ اسلئے کہ ہر چند حق تعالیٰ نے زید کو آنِ واحد میں موجود و معدوم جانا ہی لیکن اسی آن میں یہ جانا ہے کہ اسکے وجود کا زمانہ مثلاً سنہ ۱۰۰۰ھ ہے اور اسکے عدم سابق کا وقت اس سے پہلے والا سال ہے اور عدم لاحق کا وقت سنہ ۱۱۰۰ھ ہے اسمیں

درحقیقت کوئی بھی تضاد نہیں۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چند جزئیاتِ متغیرہ سے تعلق رکھے۔ مگر اسکے علم میں تغیر راستہ نہیں پاتا اور گمانِ حدوث اسکی اس صفت میں نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کلامِ حق تعالیٰ بھی ایک کلامِ بسیط ہے کہ ازل سے ابد تک اسی کلام سے متکلم ہے۔ امر، نہی، اعلام، استعلام، تمنی، ترجی اسی ایک کلام سے ظاہر و ہویدا ہیں۔ اور تمام کتبِ منزلہ اور صحفِ مرسلہ اسی کلامِ بسیط کا ایک ورق ہیں۔

توریت اسی کلام سے تحریر میں آئی، انجیل نے اسی سے صورتِ لفظی پیدا کی زبور اسی سے مسطور ہوئی اور قرآن مجید بھی اسی کلام سے نازل ہوا۔ ؎

واللہ کلامِ حق کہ علی الحق یکیست وبس
پس در نزول مختلف آثار آمدہ

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک فعل ہے کہ مصنوعاتِ اولین و آخرین اسی ایک فعل سے وجود میں آئیں (چنانچہ ارشاد ہے) وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ۔ (نہیں ہے ہمارا کام مگر ایک کلمہ مانند پلک جھپکانے کے) یہ آیت کریمہ اسی حقیقتِ مذکورہ کی طرف ایک اشارہ ہے۔ احیاء، اماتت ایلام، انعام اسی فعل سے مربوط ہے۔ نیز موجود کرنا اور معدوم کرنا بھی اسی فعل سے ناشی ہے، پس فعلِ حق تعالےٰ میں بھی تعددِ تعلقات ثابت نہیں بلکہ تعلق مخلوقات اولین و آخرین اپنے وجود کے اوقاتِ مخصوصہ میں وجود پذیر ہوتی ہیں۔ یہ تعلق بھی اللہ تعالیٰ کے فعل کی طرح بے چون و بے چگونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ کوئی چیز اس کے اندر حلول کر سکے، لیکن وہ محیطِ اشیاء ہے اور اشیاء سے قرب و معیت کا تعلق رکھتا ہے وہ ایسا احاطہ اور ایسا قرب و معیت نہیں ہے جو ہمارے فہم ناقص میں آجائے یہ شایانِ قدس نہیں، جو کچھ کشف و شہود سے معلوم کرتے

ہیں۔ حق تعالیٰ اس سے بھی منزہ ہے اسلئے کہ ممکن (بشر وغیرہ) کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال کی حقیقت سے سوائے جہل وحیرت کے کچھ میسر نہیں ہے غیب پر ایمان لانا چاہیئے اور جو کچھ مکشوف ومشہود ہو اسکو تحت لائے نفی کرنا چاہیئے۔

ے عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں
ایں جا ہمیشہ باد بدست است دام را

حضرت پیرومرشد کی مثنوی کا یہ شعر بھی اس مقام کے مناسب ہے۔

ے ہنوز ایوان استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

پس ہم ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ محیط اشیاء ہے اور اشیاء کے قریب اور ان کے ساتھ ہے لیکن احاطہ، قرب و معیت کی حقیقت ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کسی چیز سے اتحاد نہیں اور نہ کوئی چیز اس سے متحد ہے، اللہ تعالیٰ غنی مطلق ہے۔ ذات میں بھی صفات میں بھی افعال میں بھی، کسی بات میں کسی چیز کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام صفات نقصان اور نشانات حدوث سے منزہ ومبرا ہے جس طرح جسم وجسمانی نہیں ہے۔ مکانی و زمانی بھی نہیں ہے۔ تمام صفات کمال اسی کے لئے ثابت ہیں۔ منجملہ ان صفات کمال کے یہ آٹھ صفات بھی ہیں، حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام، تکوین، اللہ تعالیٰ قدیم و ازلی ہے اسکے غیر کی یہ شان نہیں۔ ممکنات تمام کی تمام چاہے وہ جواہر ہوں یا اعراض، عقول ہوں کہ نفوس افلاک ہوں یا عناصر قادر مختار کی ایجاد سے ہیں۔ وہی ان کو پردۂ عدم سے وجود میں لایا ہے۔ یہ ممکنات جس طرح وجود و حدوث میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اپنی بقاء میں بھی اسی کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ نے

ے عنقا کسی کا شکار نہیں ہوا کرتا، اپنے جال کو اٹھالے، جال کے لئے اس جگہ ہمیشہ محرومی ہوتی ہے۔

ے ۲۔ ابھی تک ایوان استغناء بلند ہے میرے لئے وہاں تک پہنچنے کی فکر ناپسندیدہ بات ہے۔

اسباب و وسائط کو اپنے فعل اور اپنی حکمت کا پردہ پوش بنا دیا ہے۔ ارباب عقل و ہوش جن کی چشم بصیرت میں متابعت انبیاء کا سُرمہ لگا ہوا ہے۔ جانتے ہیں کہ اسباب و وسائل جو کہ وجود و بقاء میں محتاج خدا ہیں اور اپنا ثبوت و قیام اسی سے رکھتے ہیں اور جو کہ جماد محض ہیں کس طرح اپنے جیسے (محتاج) میں تاثیر اور ایجاد و اختراع کر سکتے ہیں (لامحالہ) ایک قادر ہے جو ان اسباب کے پس منظر میں ہر چیز ایجاد کرتا ہے۔ اور اس کو کمالات لائقہ عطا فرماتا ہے۔ ایک بیجان چیز کی حرکت کو دیکھ کر عقلمند لوگ اس حقیقت کا پتہ چلا لیتے ہیں۔ کہ اس کو حرکت دینے والا کوئی ضرور ہے۔ اسلئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ حرکت خود اس بے جان کے لائق حال نہیں ہے اس کے پیچھے ایک فاعل ہے جو اس فعل کی ایجاد کر رہا ہے۔ ہاں ایک بیوقوف کی نظر میں فعل جماد فاعل حقیقی کے فعل کا رو پوش و پردہ پوش ہو جاتا ہے وہ اپنی کمال کند ذہنی کی بناء پر جماد محض کو اسکے فعل پر نظر کر کے صاحب قدرت سمجھ رہا ہے اور فاعل حقیقی کا منکر ہے۔ ایک جماعت ہے جو رفع اسباب (اسباب کے نظر انداز کرنے) میں کمال سمجھ بیٹھی ہے اور اشیاء کو ابتدائے وسیلہ اسباب حضرت حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتی ہے وہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ رفع اسباب سے رفع حکمت لازم آتی ہے جس حکمت کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں ملحوظ ہیں۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا: انبیاء علیہم السلام کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ اسباب کی رعایت بھی فرماتے ہیں اور پھر معاملے کو سپرد بخدا کر دیتے ہیں، چنانچہ حضرت یعقوب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نظر بد کا خیال کر کے اپنے لڑکوں کو وصیت فرمائی کہ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (اے لڑکو دیکھو مصر کے ایک دروازے سے تم سب کے سب داخل نہ ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا۔ اس رعایت اسباب کے ساتھ ساتھ

معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور فرمایا۔ وَمَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ۔ میں تم سے قضائے خداوندی کو کچھ بھی دفع نہیں کرسکتا، فرمانروائی تو بس اسی کی ہے۔ اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی پر متوکلین کو توکل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس معرفت کی تعریف و تحسین فرمائی، اور اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا، چنانچہ اسکے بعد ارشاد ہے۔ وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اور یعقوب صاحب دانش تھے اور اس علم سے بہرہ ور تھے جو ہم نے ان کو سکھایا تھا لیکن اکثر آدمی اس حقیقت کو نہیں جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسباب اختیار کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہے آپ کو خدا اور کفایت کرتے ہیں آپ کے لئے وہ مسلمان جو آپ کی پیروی کرتے ہیں باقی رہی تاثیر اسباب سو جائز ہے کہ حضرت حق تعالیٰ بعض اوقات اسباب میں تاثیر پیدا فرمادیں تاکہ وہ موثر ہوجائیں اور بعض اوقات تاثیر کو پیدا نہیں بھی فرماتے اور کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہم اسباب میں اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ مطلقاً تاثیر اسباب کا انکار ایک قسم کی ہٹ دھرمی ہے تاثیر کا قائل ہونا چاہیے لیکن اس تاثیر کو اس کے سبب کی طرح اللہ تعالیٰ کیطرف سے سمجھنا چاہیے توسط اسباب کا ہونا منافی توکل نہیں ہے جیسا کہ ناقصوں نے منافی توکل سمجھ لیا ہے بلکہ توسط اسباب کے اندر کمال توکل ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے رعایت سبب کرنے اور پھر سپرد بخدا کرنے کو توکل قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ ارادہ کنندہ خیر و شر بھی ہے اور خیر و شر کا خالق بھی ہے۔ البتہ خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں۔ یہ ارادہ و رضا کا فرق وہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ نے اہل سنت پر اس کو منکشف فرما دیا ہے۔ باقی تمام فرقے اس فرق سے بہرہ ور نہ ہونے کی وجہ سے گمراہی کے گڑھے میں پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ عطا فرمایا ہے کہ اپنے اختیار سے کسب افعال کرتے ہیں۔ خلق افعال حضرت حق کی طرف سے ہے اور کسب افعال کا تعلق بندوں سے ہے۔ عادۃ اللہ اس طرح جاری ہے کہ بندہ جب اپنے فعل کا قصد کرتا ہے تو خلق حق تعالیٰ اس فعل کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ بندہ کا فعل اس کے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ ناچار مدح و ذم اور ثواب و عقاب کا بھی اس سے تعلق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مومنین آخرت میں بہشت کے اندر بے جہت و بے کیف اور بے شبہ و مثال دیکھیں گے۔ یہ دیدار باری کا وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہل سنت کے جمیع فرقہ ہائے اسلام اسکے منکر ہیں۔ دیگر فرقے رویۂ بے جہت اور بے کیف کو تجویز نہیں کرتے، بعثت انبیاء علیہم السلام رحمت عالمیان ہے۔ اگر ان بزرگوں کا توسط وجود نہ ہوتا تو ہم گمراہوں کی واجب الوجود کی معرفت ذات و صفات کی طرف کون رہنمائی کرتا، اور مرضیات خداوندی اور عدم مرضیات خداوندی میں کون تمیز دیتا؟ ہماری ناقص عقلیں انبیاء کی دعوت کے بغیر اس حقیقت سے معزول و معطل اور ہمارے افہام ناتمام ان بزرگواروں کی تقلید کے بغیر اس معاملے میں خوار کردہ شدہ ہیں بعثت انبیاء ایک ایسی حجت بالغہ ہے کہ عذاب و ثواب اخروی و دائمی اس سے متعلق ہے (یقیناً) بعثت انبیاء عین رحمت ہے، کیونکہ سبب معرفت ذات و صفات واجب الوجود ہے اور یہ معرفت ہی سعادت دنیویہ و اخرویہ کو متضمن ہے اور انکی بعثت کی بدولت یہ تمیز ہوئی ہے کہ یہ چیزیں مناسب جناب قدس ہیں اور یہ نامناسب ہیں

ہماری تنگ گاہی اندھی عقل جو کہ داغ امکان حدوث سے داغدار ہے کیا جانے کہ اس حضرت واجب الوجود کے مناسب کہ قدامت جس کے لوازم سے ہے کون کون سے اسمار وصفات اور افعال ہیں اور کون کون سے نامناسب ہیں؟ تاکہ مناسب کا اطلاق کیا جائے اور نامناسب سے اجتناب ہو بلکہ بسا اوقات یہ عقل ناقص کمال کو نقصان اور نقصان کو کمال سمجھ لیتی ہے۔ یہ مناسب و نامناسب کا امتیاز نزد فقیر تمام ظاہری و باطنی نعمتوں سے بالاتر ہے وہ بڑا ہی کم بخت ہے جو امور نامناسبہ اور اشیائے ناشائستہ کے ساتھ حضرت حق سبحانہٗ کو منسوب کرے باطل کو حق سے اور غیر مستحق عبادت کو مستحق عبادت سے جدا اور ممتاز کرنا بعثت انبیاءؑ کا ہی کارنامہ ہے۔ بعثت انبیاءؑ ہی کے ذریعہ راہ حق کی جانب دعوت دی گئی ہے اور بندوں کو سعادت قرب و وصل تک پہنچایا گیا ہے۔ اسی بعثت سے مرضیات خداوندی پر آگاہی میسر ہوئی ہے اور اسی کی برکت سے ملک خداوندی کے اندر جواز تصرف اور عدم جواز تصرف متمیز ہوتا ہے۔ پس یہ امر مسلم ہے کہ بعثت انبیاء (سراپا) رحمت ہے جو شخص خواہشات نفس امارہ کا مطیع ہو گیا ہے وہ بحکم شیطان لعین انکار بعثت کرتا ہے اور بمقتضائے بعثت عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

حصول تصفیہ و تزکیہ ان اعمال صالحہ کے انجام دینے سے متعلق ہے جو مرضیات مولیٰ ہوں اور یہ بات بھی موقوف ہے بعثت انبیاء پر، پس بغیر بعثت حصول حقیقت تصفیہ و تزکیہ بھی میسر نہیں۔ اور جو صفائی کفار و اہل فسق کو حاصل ہو جاتی ہے وہ درحقیقت صفائے نفس ہے نہ کہ صفائے قلب، صفائے نفس سے سوائے گمراہی اور خسارہ کے کسی اور بات کی طرف رہنمائی نہیں ہوتی۔ صفائے نفس کی حالت میں جو بعض امور غیبیہ کا کشف کفار و اہل فسق کو ہو جاتا ہے وہ

استدراج ہے اور استدراج سے مقصود جماعت کفار و اہلِ فسق کے خسارے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلا سے بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نجات دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ از راہ بعثت جو تکلیف شرعی ثابت و لازم ہوئی ہے وہ بھی رحمت ہی رحمت ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ تکلیف شرعی کے منکر بعض ملحد و زندیق گمان کرتے ہیں اور تکلیف کو کلفت تصور کر کے غیر معقول سمجھے ہوئے ہیں اور برملا کہتے ہیں، ارے صاحب یہ کون سی مہربانی ہے کہ بندوں کو امور شاقہ کے ساتھ تکلیف دیں اور پھر کہیں کہ اگر بندے اس تکلیف کے مقتضیٰ پر عمل کرینگے تو بہشت میں جائیں گے ورنہ دوزخ میں جائیں گے۔ ان منکرین سے دریافت کرو کہ اللہ میاں اپنے بندوں کو اعمال صالحہ کا کیوں مکلف نہ کریں اور اپنے بندوں کو کیوں آزاد چھوڑ دیں کہ بس کھاؤ اور سو جاؤ اور اپنے طور پر زندگی بسر کرو۔ یہ کم نصیب و بے خرد منکرین شاید یہ نہیں جانتے کہ شکر منعم عقائد واجب ہے اور یہ تکلیفات شرعیہ اس شکر کی ادائگی کا بیان ہے۔ پس عقل کی رو سے بھی تکلیف شرعی واجب ہو گی، نیز نظام عالم اسی تکلیف شرعی سے مربوط ہے۔ اگر ہر ایک کو یوں ہی آزاد چھوڑ دیا جاتا تو سوائے شرارت و فساد کے اور کچھ بھی ظہور میں نہ آتا، ہر بوالہوس دوسرے کے نفس و مال میں دست درازی کرتا اور گناہ و خیانت کے ساتھ پیش آتا، اس طرح خود بھی ضائع ہوتا اور دوسرے کو بھی ضائع کرتا، اگر شرع کے زواجر و موانع موجود نہ ہوتے تو پناہ بخدا برا حال ہوتا وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا أُولِي الْأَلْبَابِ تمہارے لئے قصاص میں اے عقل والو حیات مضمر ہے یعنی قصاص کا حکم سبب حیات ہے۔ ؎

اگر چوب حاکم نہ باشد زپے
کند زنگی مست در کعبہ قے[۱]

---

[۱] اگر حاکم کا ڈنڈا نہ ہو تو زنگی شرابی کعبے میں قے کرنے کی جرأت کرے گا۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور بندے اسکے مملوک ہیں۔ پس جو حکم و تصرف وہ ان میں فرمائے عین خیر و صلاح ہے اور شائبہ ظلم و فساد سے مبرا و منزہ ہے۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ اس سے اسکے افعال کی باز پرس کا کسی کو حق نہیں۔

کرا زہرہ آنکہ از بیم او ۞ کشاید زبان جز بہ تسلیم او[۵]

وہ اگر سب کو دوزخ میں بھیجدے اور عذاب ابدی کرے تو کوئی اعتراض کا موقع نہیں۔ اور نہ یہ کسی غیر کی ملکیت میں تصرف ہے کہ اسمیں شائبہ ستم ہو۔ بخلاف ہماری املاک کے کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی املاک ہیں۔ ان میں بدون تجویز خدا ہمارے جمیع تصرفات عین ستم ہیں۔ البتہ صاحب شرع نے بعض مصالح کی بنا پر ان املاک کی نسبت ہماری طرف کی ہے۔ ورنہ فی الحقیقت وہ اسی کی ملکیت ہیں۔ پس ان میں ہمارا تصرف اسی قدر جائز ہوگا جتنا مالک علی الاطلاق (خداوند کریم نے) تجویز فرما دیا اور مباح قرار دیدیا۔ ان انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی طرف سے مطلع ہوکر جو خبریں دی ہیں اور جو احکام بیان فرمائے ہیں وہ سب صادق اور مطابق واقع ہیں۔ قبر میں منکر نکیر کا سوال مومنوں اور کافروں سے ہونا حق و ثابت ہے۔ قبر ایک برزخ ہے جو درمیان دنیا و آخرت ہے۔ قبر کا عذاب اس حیثیت سے تو عذاب دنیوی سے تعلق رکھتا ہے کہ (ایکدن) ختم ہوجائیگا۔ اور دوسری حیثیت سے وہ عذاب اخروی سے مناسبت رکھتا ہے۔ اسلئے کہ وہ حقیقت میں عذابہائے آخرت سے ہے۔ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا۔ کافر صبح و شام آتش دوزخ پر پیش کئے جائیں گے) یہ آیت عذاب قبر کے بارہ میں ہے اسی طرح راحت قبر بھی دو حیثیتیں رکھتی ہے وہ شخص بڑا سعادتمند ہے جس کی

---

[۵] کس کی مجال ہے کہ اسکے سامنے سوائے تسلیم و رضا کے زبان کھولے۔

لغزشوں اور جسکے گناہوں کو بکمالِ مہربانی معاف فرما دیں اور کوئی گرفت نہ فرمائیں
اگر مواخذہ نہ فرمائیں بھی تو بکمالِ رحمت سے دنیا کی تکالیف کو بعض کے گناہوں
کا کفارہ قرار دیدیں اور کچھ گناہ رہ جائیں تو فشارِ قبر کو اور ان تکلیفوں کو
جو قبر میں ہوتی ہیں کفارہ کر دیں تاکہ پاک و پاکیزہ ہو کر محشر میں اٹھیں ، اور
جسکے ساتھ ایسا نہ کریں اور اسکے مواخذہ کو آخرت پر چھوڑ دیں تو یہ بھی عین
عدل ہے مگر ایسی صورت میں گنہ گاروں اور شر مساروں کا بُرا حال ہو گا۔
لیکن اگر وہ گنہ گار اہلِ اسلام و ایمان ہے تو آخر کار اسکے ساتھ رحمت کا معاملہ
ہو گا اور وہ عذابِ ابدی سے محفوظ رہے گا یہ بھی بڑی نعمت ہے۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ
لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔
روزِ قیامت حق ہے اور اس روز آسمان ، ستارے ، زمین ، پہاڑ ، دریا
حیوان ، نباتات ، معادن یہ سب چیزیں ختم ہو جائیں گی ، آسمان شق ہو جائیں گے
اور ستارے منتشر ، زمین اور پہاڑ پراگندہ ذرات کی طرح ہو جائیں گے یہ نیست
و نابود کرنا نفخہ اولیٰ سے تعلق رکھتا ہے ۔ نفخہ ثانیہ سے (مُردے) قبروں سے اُٹھ
کھڑے ہونگے اور محشر کی طرف روانہ ہونگے ۔ قرآن کی بہت سی آیات اس حقیقت
کو واضح کر رہی ہیں ۔ حساب ، میزان اور پل صراط حق ہے ۔ مخبرِ صادق صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کی خبر دی ہے ۔ طورِ نبوت سے ناواقف لوگوں نے جو ان باتوں
کو بعید سمجھ کر انکار کیا ہے اُن کا انکار درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اسلئے کہ
طورِ نبوت طورِ عقل سے ماوراء ہے ۔ اخبارِ صادقہ انبیاء کو نظرِ عقل سے موافق
کرنے کی کوشش کرنا فی الحقیقت انکارِ طورِ نبوت ہے ۔ یہ معاملہ تو تقلیدِ انبیاء پر
مبنی ہے ۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ طورِ نبوت طورِ عقل کے مخالف ہے ۔ نہیں ایسا نہیں
بلکہ عقل بغیر تقلیدِ انبیاء کے مطلبِ عالی تک راہ یاب نہیں ہو سکتی (عقل کو تقلید

انبیاء ضروری ہے) مخالفت دوسری چیز ہے اور عدم ادراک دوسری بات ہے۔ مخالفت تو بغیر ادراک کے متصور ہی نہیں ہوتی (اور جب عقل بیچاری بعض احکام شرعیہ کو سمجھ ہی نہیں سکتی تو اس کی مخالفت کیا کرے گی) بہشت و دوزخ موجود ہیں۔ "بعد از محاسبۂ روز قیامت" ایک گروہ کو بہشت میں داخل کرینگے اور ایک گروہ کو دوزخ میں (مومنین کو ثواب اور کفار کو) عذاب دائمی و ابدی ہوگا، اس ثواب و عذاب کی انتہا نہیں ہے۔ جیساکہ نصوص قطعیہ اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں"۔ ملائکہ خدا کے بندے ہیں وہ معاصی سے معصوم اور خطا، و نسیان سے محفوظ ہیں۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (فرشتے اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کام کیلئے مامور ہوتے ہیں اس کو انجام دیتے ہیں) فرشتے کھانے پینے سے پاک ہیں اور تذکیر و تانیث سے مبرا و منزہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے لئے ضمیریں مذکر جو آئی ہیں وہ اسلئے کہ صنف ذکور کو شرف حاصل ہے صنف نساء کے مقابلہ میں، اللہ تعالیٰ خود اپنے لئے بھی ضمائر کی تذکیر ہی لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے بعض کو رسالت و پیغام رسانی کیلئے چُن لیا ہے، جیساکہ بعض انسانوں کو اس دولت سے مشرف فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ (اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور انسانوں میں سے فرستادوں کو چُن لیا ہے)

جمہور علماء اہل حق اس عقیدہ پر ہیں کہ خواص بشر خواص فرشتہ سے افضل ہیں ایمان نام ہے تصدیق قلبی کا یعنی دین کی ان باتوں کی (تصدیق) جو بطریق تیقن اور بطور تواتر ہم تک پہنچی ہیں۔ اقرار لسانی کو بھی جو احتمال سقوط رکھتا ہے رکن ایمان کہا ہے۔ اس تصدیق کے علاوہ کفر و کافری اور خصائص و لوازم کافری سے بیزاری ہے۔ اگر عیاذاً باللہ تصدیق قلبی کا دعویٰ کرنے کے بعد اپنے اعمال

وافعال کے ذریعہ) کفر سے بیزاری کا اظہار نہ کرے (بلکہ ایسے افعال اس سے سرزد ہوں جو کفر سے راضی ہونے پر دلالت کرتے ہوں) تو وہ دو دینوں کا قبول کرنے والا اور داغ ارتداد سے داغدار قرار دیا جائیگا۔ اور فی الحقیقت اس کا حال منافق کا سا ہے۔ کہ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ (منافق نہ اس ہی طرف ہے نہ اُس ہی طرف)"

فائدہ جلیلہ

دوزخ کا عذاب ابدی جزا ر کفر ہے اور بس (ایمان کے ہوتے عصیان و گناہ کے بدلہ میں ابدی عذاب نہ ہوگا) اگر دریافت کیا جائے کہ ایک شخص ہے جو باوجود ایمان کے کچھ رسوم کفر بھی بجالاتا اور تعظیم مراسم کفر کرتا ہے۔ جیسا کہ بہت سے مسلمانانِ ہند اس بلا میں مبتلا ہیں۔ علماء ایسے شخص کے کفر کا حکم لگاتے ہیں اور اہل ارتداد سے سمجھتے ہیں۔ پس بفتوائے علماء ایسا شخص عذابِ ابدی میں گرفتار ہونا چاہیئے۔ حالانکہ احادیثِ صحاح میں آیا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کو دوزخ سے (بالآخر) نکال لیا جائیگا، اور عذابِ دائمی میں نہیں چھوڑا جائیگا۔ میری تحقیق یہ ہے کہ اگر کافر محض ہے تب تو عذاب دائمی کا مستحق ہے اور اگر ادائیگی مراسم کفر کے ساتھ ساتھ ذرۂ ایمان بھی رکھتا ہے تو عذاب دوزخ میں تو ضرور مبتلا ہوگا، لیکن اس ذرۂ ایمان کی برکت سے امید ہے کہ دوام عذاب اور گرفتاریٔ دائمی سے نجات پاجائے۔ فقیر ایک مرتبہ ایک شخص کی عیادت کو گیا تھا جسکے اوپر نزع کا عالم طاری ہوچکا تھا، اس مرنے والے کی حالت پر توجہ کی گئی تو محسوس ہوا کہ اس کا دل ظلماتِ بسیار رکھتا ہے۔ فقیر ہر چند اُن ظلمات کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہُوا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، بہت کچھ توجہ کرنیکے بعد (از راہ کشف والہام) معلوم ہوا کہ یہ ظلمات اُن صفات کفر سے پیدا ہوئے ہیں

جو اس شخص کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ اور ان تمام کدورتوں اور تاریکیوں کا منبع اس کی دوستی کفر و اہل کفر ہے۔ توجہ سے یہ ظلمات دور نہ ہوں گے۔ ان ظلمات کا تنقیہ عذابِ نار سے ہوگا جو جزائے کفر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص ایمان کا ذرہ بھی اپنے اندر رکھتا ہے اس ذرۂ ایمان کی برکت سے آخرکار اس کو دوزخ سے نکال لیا جائیگا۔ جب یہ حال مشاہدہ میں آیا تو پھر یہ خیال ہوا کہ اس شخص کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ بعد از توجہ یہ بات ظاہر ہوئی کہ نمازِ جنازہ پڑھنا چاہیئے پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے رسوم کفر بھی انجام دیتے ہیں اور کفار کے ایام کی تعظیم کرتے ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیئے اور (مطلقاً) کفار سے ملحق نہ کرنا چاہیئے۔ امید ہے کہ ایسے لوگ سزا بھگت کر آخر کار بہ برکتِ ایمان عذابِ دائمی سے چھٹکارا پا جائیں گے۔

زیادتی و نقصانِ ایمان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں الایمان لا یزید ولا ینقص (ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔ ہمیں شک نہیں کہ ایمان تصدیق و یقین قلبی کا نام ہے۔ اور اس تصدیق و یقین میں زیادتی اور نقصان کی گنجائش نہیں ہے اسلئے کہ جو قبول زیادت و نقصان کرے وہ داخل دائرہ ظن ہے۔ یقین نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ بات ہو سکتی ہے کہ اعمالِ صالحہ کی ادائیگی یقین میں روشنی پیدا کر دے اور اعمال غیر صالحہ یقین کو تیرہ و تاریک کر دیں، اس لحاظ سے زیادتی و نقصان کا ثبوت باعتبار اعمال یقین کو روشن کرتے ہیں ہوا نہ کہ نفس یقین میں۔ ایک جماعت نے جب کسی یقین کو روشن و منجلی پایا تو اس کو اس یقین سے زیادہ کہدیا جو انجلاء اور روشنی نہیں رکھتا تھا۔ گویا کہ بعض نے غیر روشن یقین کو یقین ہی نہیں سمجھا۔ اس روشن یقین کو یقین جانکر غیر روشن یقین کو ناقص کہدیا دوسری

جماعت جو چشم باطن تیز رکھتی ہے۔ اس نے دیکھا کہ یہ زیادتی و نقصان صفات یقین سے متعلق ہیں نہ کہ نفس یقین سے انھوں نے لا محالہ یقین کو غیر زائد اور غیر ناقص کہا۔ مثلاً دو برابر کے آئینے ہیں کہ ان کے انجلاء و نورانیت میں فرق ہے اب ایک شخص اس آئینہ کو دیکھتا ہے جو انجلاء زیادہ رکھتا ہے اور جس میں نمائندگی چہرہ زیادہ ہے اور دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ آئینہ دوسرے آئینہ سے زیادہ ہے جسمیں اتنی انجلاء و نمائندگی نہیں ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ دونوں آئینے برابر ہیں۔ آپس میں کم و بیش نہیں۔ البتہ اگر فرق ہے تو انجلاء اور نمائندگی میں ہے اور یہ انجلاء و نمائندگی آئینوں کی صفات میں سے ہے اس تحقیق سے جسکے اظہار کی فقیر کو توفیق ملی ہے۔ وہ اعتراضات زائل ہو گئے جو عدم زیادتی اور نقصان ایمان پر معترضین نے کئے ہیں اور تمام مؤمنین کا ایمان تمام وجوہ سے مثل ایمان انبیاء علیہم السلام نہ ہوا۔ اسلئے کہ ایمان انبیاء تمام تر متجلی اور نورانی ہے اسکے ثمرات و نتائج تو بہت ہی زیادہ ہونگے۔ بمقابلہ ایمان عامۃ المؤمنین کے کہ وہ ایمان ظلمات و کدورات بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح ایمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی جو کہ وزن میں تمام امت کے ایمان سے زیادہ ہے (در حقیقت) انجلاء و نورانیت اور صفاتِ کاملہ کے اعتبار سے زیادہ سمجھنا چاہیئے۔

دیکھیے انبیاء علیہم السلام نفس انسانیت میں تمام مؤمنین کے مساوی ہیں اور حقیقت و ذات میں سب سے متحد ہیں۔ لیکن صفات کاملہ کی وجہ سے ان کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور باوجود اس فرق کے نفس انسانیت میں کوئی زیادتی و نقصان نہیں ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انسانیت قابل زیادتی و نقصان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تصدیق ایمان سے مراد بعض کے نزدیک تصدیق منطقی ہے جو ظن و یقین دونوں کو شامل ہے۔ اس صورت میں نفس ایمان

میں زیادتی و نقصان کی گنجائش ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ تصدیق سے مراد اس مقام پر یقین واذعان قلبی ہے وہ عام یقین نہیں جو ظن کو بھی شامل ہو۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ انا مؤمن حقا میں یقیناً مومن ہوں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں انا مؤمن انشاء اللہ تعالیٰ (میں ایمان والا ہوں اگر اللہ تعالیٰ چاہے) یہ اختلاف فی الحقیقت نزاع لفظی سے زیادہ نہیں ہے۔ پہلے قول کا تعلق ایمان حال سے ہے اور دوسرے مقولہ کا تعلق مآل و عاقبت کار سے ہے۔ کرامات اولیاء حق و ثابت ہیں۔ معجزہ نبی دعوۂ نبوت سے مقرون ہوتا ہے اور کرامتِ ولی متابعتِ نبیؐ کے ساتھ مقرون ہوتی ہے۔

ترتیب افضلیت خلفائے راشدین کے درمیان خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے لیکن افضلیتِ شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے جن میں سے ایک امام شافعیؒ بھی ہیں۔

شیخ امام ابوالحسن اشعریؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفضیل پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفضیل بقیۂ امت پر قطعی ہے

ذہبیؒ نے کہا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول ان کی خلافت کے زمانہ میں جم غفیر کے سامنے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ افضلِ امت ہیں۔ اس روایت کو کچھ اوپر اسّی راویوں نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے۔

بخاریؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں بہتر ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ ہیں الی آخرہ۔

ذہبی رحمہ اللہ وغیرہ نے سندِ صحیح سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مجھے حضرات شیخین پر تفضیلت دیتے ہیں جو بھی مجھ کو ان پر تفضیلت دیتا ہے وہ مفتری ہے اور اس کیلئے وہ سزا ہے

جو ایک مفتری کے لئے ہونا چاہیئے۔ دار قطنی رح نے حضرت علی رض سے نقل کیا ہے کہ میں جس کسی کو پاؤنگا کہ وہ ابوبکر رض و عمر رض پر مجھے فضیلت دے رہا ہے تو میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤنگا جتنے ایک مفتری کے لگنے چاہئیں۔ اس قسم کی روایتیں خود حضرت علی رض سے اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کثرت سے بتواتر آئی ہیں کہ ان روایات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ یہاں تک کہ اکابر شیعہ میں سے عبدالرزاق نے کہا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمانے کے بموجب شیخین کی فضیلت کا قائل ہوں ورنہ میں کبھی شیخین کو فضیلت نہ دیتا۔ میرے نزدیک یہ گناہ کی بات ہے کہ میں حضرت علی رض سے محبت کا دعویٰ کردں اور ان کے قول کے خلاف کروں۔ یہ تمام اقوال صواعق محرقہ مولفہ علامہ فقیہ محدث شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی المکی سے لیئے گئے ہیں۔

اب رہی تفضیل عثمان رض بر علی رض سو اکثر علمائے اہل سنت اس پر ہیں کہ بعد از شیخین افضل حضرت عثمان رض ہیں پھر حضرت علی رض۔ ائمہ اربعہ مجتہدین کا مذہب بھی یہی ہے اور جو توقف امام مالک رح سے افضلیت عثمان رض بر علی رض کے بارے میں منقول ہے قاضی عیاض رح نے فرمایا ہے کہ امام مالک رح نے اس توقف سے رجوع کرلیا ہے اور وہ تفضیل عثمان رض کے قائل ہوگئے تھے۔ اسی طرح امام اعظم رح کی اس عبارت سے توقف سمجھا گیا ہے۔ من علامات السنۃ والجماعۃ تفضیل الشیخین و محبۃ الختنین، علامات اہل سنت والجماعت میں سے یہ بھی ہے کہ شیخین کو فضیلت دیجائے اور حضرت علی و حضرت عثمان سے محبت رکھی جائے۔ فقیر کے نزدیک یہ عبارت ایک اور مطلب پر مشتمل ہے وہ یہ کہ اتفاق سے چونکہ فتنوں کا ظہور اور امور مذموم میں اختلال خلافت علی رض و عثمان رض کے زمانے میں بہت کچھ ہوا تھا۔ اور لوگوں کے دلوں میں اس بنا پر کچھ کدورت راہ پاگئی تھی۔ امام اعظم رح نے اس بات کو ملاحظہ فرماکر ان دونوں حضرات

کے لئے محبت کا لفظ اختیار فرمایا - اور ان کی دوستی کو علاماتِ اہل سنت سے قرار دیا، بغیر اسکے کہ توقف کا شائبہ بھی ملحوظ ہو - اور امام اعظمؒ توقف کیسے کرتے ؟ جب کہ کتب حنفیہ بھری ہوئی ہیں اس قول سے کہ خلفائے راشدین کی افضلیت انکی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے - الغرض افضلیت شیخین یقینی ہے اور افضلیت عثمانؓ بر علیؓ اتنی یقینی نہیں ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ منکرِ افضلیت حضرت عثمانؓ کو بلکہ منکرِ افضلیت شیخینؓ کو بھی کافر نہیں ہاں بدعتی اور گمراہ جانیں، اسلئے کہ علماء ایسے شخص کی تکفیر میں مختلف ہیں . آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے خدا سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں، دیکھو میرے بعد ان کو نشانۂ ملامت نہ بنانا، جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے وہ میری دوستی و محبت کی بنا پر ہے اور جو اُن سے دشمنی رکھتا ہے وہ میری دشمنی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے جو ان کو رنجیدہ کرتا ہے وہ مجھ کو رنجیدہ کرتا ہے اور جو مجھے رنجیدہ کرتا ہے وہ خدا کو ناراض کرتا ہے . پس نزدیک ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اسکو پکڑ لے . اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " بیشک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء دیتے ہیں لعنت کرتا ہے اُن پر اللہ دنیا و آخرت میں ." (سورۂ احزاب)

صحابہ کرامؓ میں جو منازعات و مشاجرات ہوئے ہیں ان کو اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیئے اور ان واقعات کو خواہشِ نفسانی اور تعصب سے دور رکھا جائے، علامہ تفتازانیؒ باوجود افراطِ حب علیؓ کے فرماتے ہیں کہ صحابہ کے جو مخالفات و محاربات انکے مقابلہ میں واقع ہوئے ہیں، وہ خلافت کا نزاع نہ تھا بلکہ خطائے اجتہادی تھی، شرح عقائد کے حاشیۂ خیالی میں ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت نے حضرت علیؓ کی اطاعت سے بغاوت کی اور ساتھ ہی اس امر کا اعتراف بھی کیا کہ حضرت علیؓ اپنے زمانہ میں افضل ہیں اور وہ خلافت کے اُن سے زیادہ

حقدار ہیں۔ اور یہ وقتی ناچاقی ترک قصاص عثمان رضؓ کی بنا پر تھی، کمال الدین اسمٰعیل نے حضرت علی رضؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمارے جن بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے وہ فاسق اور کافر نہیں ہیں۔ اسلئے کہ وہ تاویل کرتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ خطائے اجتہادی ملامت اور طعن و تشنیع سے کوسوں دور ہے۔ حقوق صحبت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت کرکے تمام صحابہ کرام کو اچھائی کے ساتھ یاد کرنا چاہیئے اور دوستی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر ان کو دوست رکھنا چاہیئے۔ حضرت امیر رضؓ سے جنگ کرنے والوں سے ہماری کوئی رشتہ داری نہیں ہے بلکہ بظاہر تو ہمارے لئے بھی یہ موقعہ تھا کہ ہم بھی رنجیدہ ہوتے لیکن وہ اصحاب کرام پیغمبر ہیں اور ہم کل صحابہ کرام کی محبت کا حکم کیئے گئے ہیں اور بغض سے روکدیئے گئے ہیں۔ اسلئے ناچار دوستی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سب صحابہ کو دوست رکھتے ہیں اور صحابہ سے بغض رکھنے سے گریزاں ہیں۔ کیونکہ صحابہ سے بغض وایذار کا معاملہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے مگر حق بجانب کو حق بجانب کہتے ہیں۔ اور بے قصد خطا کرنے والے کو مخطئی۔ اس سے زیادہ کہنا فضول بات ہے۔

بعد از تصحیح عقائد احکام فقہ کے سیکھے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض واجب حلال وحرام سنت مندوب مشتبہ اور مکروہ کا جاننا بھی ضروری ہے اور ایسے ہی علم فقہ کے مقتضی کے مطابق عمل کرنا بھی لابدی ہے۔ کتب فقہ کا مطالعہ ضروریات سے سمجھیں اور اعمال صالحہ کی ادائیگی میں سعی بلیغ کریں۔ نماز (جوکہ ستون دین ہے) کے کچھ فرائض و ارکان تحریر کرتا ہوں غور سے سنیں۔

سب سے پہلے پورا اور مکمل وضو کرنا ضروری ہے۔ ہر عضو کو تین بار اہتمام دکمال دھونا چاہیئے تاکہ سنت کے مطابق وضو ہو (ادائیگی سنت کی غرض سے)

پورے سر کا مسح کرنا چاہیئے اور مسح گوش اور مسح گردن میں خوب خیال رکھنا چاہیئے
پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے انگلیوں کے نیچے کرنا
آیا ہے اس کا خیال رکھیں۔ کسی مستحب کے ادا کرنے کو تھوڑا نہ جانیں فعل مستحب
اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ و محبوب ہے اگر تمام دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ
و محبوب فعل معلوم ہو جائے اور اسکے تقاضے کے بموجب عمل درآمد میسر آجائے تو
غنیمت ہے۔ (دنیا کے عوض ایک فعل مستحب مل جانا) یہ ایسا ہے کہ کوئی شخص چند
ٹھیکرے دیکر جوہر نفیس کو خرید لایا یا بیکار چیز کے بدلہ میں جان کو حاصل کر لیا۔
طہارت کامل و مکمل وضو کے بعد نماز کا جو کہ معراج مؤمن ہے قصد کرنا چاہیئے۔ اور
اس امر کا اہتمام ہو کہ کوئی نماز فرض بے جماعت ادا نہ ہو بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ
بھی فوت نہ ہونے پائے۔ نماز مستحب وقت میں ادا کرنی چاہیئے۔ بقدر مسنون قرأت
ہو۔ رکوع و سجود میں اطمینان کے بغیر چارہ نہیں۔ کیونکہ یہ فرض ہے یا بقول مختار
واجب ہے۔ قومہ میں سیدھا کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس طرح کہ ہڈیاں اپنی اپنی جگہ رجوع
کر لیں۔ سیدھا کھڑے ہونے میں بھی اطمینان درکار ہے۔ اسلئے کہ یہ فرض ہے یا
واجب ہے یا سنت ہے علی اختلاف الاقوال۔ امام تسبیح (رکوع و سجدہ میں)
مقتدیوں کے حال کے مطابق پڑھے (لیکن) یہ شرم کی بات ہے کہ (نوافل وغیرہ
پڑھتے وقت) انفرادی حالت میں کوئی شخص قوت و استطاعت کے ہوتے کم درجہ
کی تسبیحات پر (تین کے عدد پر) اکتفا کرے (تنہائی میں) کم ازکم پانچ یا سات بار
تو کہنا چاہیئے۔ سجدہ میں جاتے وقت جو اعضاء زمین کے نزدیک ہیں (ترتیب سے)
اول ان کو زمین پر رکھے۔ پس اول دونوں زانو زمین پر رکھے اسکے بعد دونوں
ہاتھ اسکے بعد ناک اسکے بعد پیشانی رکھے۔ زانو اور ہاتھ کو زمین پر رکھتے
وقت دائیں سے ابتداء کی جائے، سر اٹھاتے وقت جو عضو آسمان سے قریب ہے

دل اسکو اٹھانا چاہیئے۔ پس پہلے پیشانی کو اٹھایا جائے بوقتِ قیام بوضعِ سجود پر نظر رہنی چاہیئے۔ رکوع کرتے وقت اپنے قدموں پر نگاہ ہو سجدہ کے وقت ناک کی نوک پر نگاہ ہو۔ قعدہ میں دونوں ہاتھوں یا گود پر نظر ہو، جب نظر پراگندگی و انتشار سے بچی لی جاتی ہے اور جاہائے مذکورہ پر جمائی جاتی ہے تو نماز حضورِ دل کے ساتھ میسر ہوتی ہے اور خشوع کے ساتھ ادا ہوتی ہے۔ ایسے ہی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا رکوع کے وقت کھولنا اور سجدہ کرتے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کا ملالینا سنت ہے اسکی بھی رعایت کرنا چاہیئے۔ انگلیاں کھولنا اور بند کرنا بے فائدہ نہیں ہے۔ صاحب شرع نے اسمیں فوائد ملاحظہ فرما کر ہی اس پر عمل فرمایا ہے۔ ہمارے لئے کوئی فائدہ متابعت صاحب شریعت کے برابر نہیں ہے یہ احکام کتب فقہ میں بہ تفصیل و وضاحت مذکور ہیں۔ یہاں پر ان کو اسلئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ علم فقہ کے مطابق عمل کرنے کی ترغیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق تصحیح عقائد کے بعد اعمال صالحہ کی اور ان اعمال کی ادائیگی کی جو علوم شرعیہ کے موافق ہوں توفیق دے، بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

اگر فضائل نماز اور اسکے کمالات مخصوصہ کے جاننے کا شوق اپنے اندر پائیں تو یہ تین مکتوب مطالعہ کریں (۱) مکتوب بنام فرزند محمد صادق (۲) مکتوب بنام میر محمد نعمان اکبر آبادی (۳) مکتوب بنام شیخ تاج سنبھلی۔

بعد حاصل کرنے اعتقاد و عمل کے دو بازؤں کے اگر توفیق ایزدی رہنمائی فرمائے تو طریقہ صوفیار کا سلوک ہے۔ یہ سلوک اسلئے نہیں کہ اس اعتقاد و عمل سے زائد یا نئی کوئی شیئ حاصل کریں بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات کے بارہیں ایسا یقین و اطمینان حاصل کریں کہ وہ یقین و اطمینان کسی شک ڈالنے والے کے شک ڈالنے سے زائل نہ ہوسکے اور کسی شبہ کے وارد ہونے سے باطل نہ ہو، پائے استدلال

چوبیں ہے اور استدلال کرنے والا سخت بے تمکین ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ
الْقُلُوْب۔ (آگاہ ہو جاؤ اللہ کے ذکر سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں) نیز سلوک سے
یہ فائدہ بھی ہے کہ اعمال کے لئے سہولت حاصل کریں اور سستی و سرکشی جو نفس امارہ
سے پیدا ہوتی ہے زائل کر دیں۔ طریقہ صوفیا پر چلنے سے مقصود یہ نہیں ہے کہ
غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ اور انوار و الوان کا معائنہ کریں یہ تو خود داخل
لہو و لعب ہے۔ یہ حسی صورتیں اور انوار کیا نقصان رکھتے ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر
ریاضات و مجاہدات کرکے تمنائے صور و انوار غیبی کرے اسلئے کہ یہ حسی صورتیں اور
وہ غیبی صورتیں اور یہ انوار اور وہ انوار سب کے سب مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ
کے وجود پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں ؎

مکتوب نمبر ۲

خواجہ حسام الدین احمد دہلوی کے نام

وہ مکتوب جو خواجہ زادگان (خواجہ عبید اللہ و خواجہ عبید اللہ) کو لکھا ہے
آپ کی نظر سے گذرے گا۔ مخدوما مکرما! جو نئی بات طریقت میں پیدا کی جائے
وہ فقیر کے نزدیک اس بدعت سے کم نہیں جو شریعت میں پیدا کی جائے و برکات طریقت
اس وقت تک باقی رہتے ہیں جب تک کہ کوئی امر جدید پیدا نہ کیا جائے، جب امر جدید
طریقت میں پیدا ہو اس طریق کی راہ فیوض و برکات بند ہو گئی۔ پس محافظت
طریق بھی اہم مقاصد میں سے ہے اور مخالفت طریق سے بچنا ضروری ہے، جہاں
کہیں اور جس کسی سے اپنے طریقے کی مخالفت دیکھیں سختی کے ساتھ اس کو رد کریں،
اور طریقے کی اشاعت و تقویت کریں ؎

والسلام والاکرام ؎

مکتوب نمبر ۳

خواجہ حسام الدین احمد دہلویؒ کے نام! (در بیان مولود خوانی)

التفات نامہ جو از راہ کرم اس حقیر کو بھیجا تھا اسکو پاکر خوش ہوا۔ جزاکم اللہ خیراً۔ اس گرامی نامہ میں لکھا ہوا تھا کہ اگر سماع کے رد کرنے کے اندر اتنا مبالغہ ہو کہ مولود سے منع کرنا بھی اسکے ضمن میں شامل ہو جائے۔ حالانکہ مولود میں قصائد نعتیہ اور کچھ اشعار کا پڑھنا ہوتا ہے۔۔۔ تو اس صورت میں میر محمد نعمان اور یہاں کے (خانقاہ خواجہ باقی باللہؒ) کے احباب کیلئے جنھوں نے خوابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود سے بہت راضی ہیں۔ مولود کا ترک کرنا بہت مشکل ہے۔ مخدوما! اگر خوابوں ہی پر اعتماد کر لیا جائے تو مریدوں کو پیروں کی ضرورت باقی نہ رہے گی اور صوفیاء کے طریقوں میں سے کسی طریقے کو لازم پکڑنا ایک بے فائدہ عمل ہو جائیگا۔ اسلئے کہ ہر مرید اپنی خوابوں کے موافق ہی عمل کیا کریگا اور ان ہی خوابوں کے مطابق اپنی زندگی گذاریگا، چاہے وہ خوابیں طریقۂ پیر کے موافق ہوں یا نہ ہوں اور مرشد کی پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں۔ ایسی صورت میں سلسلۂ پیری و مریدی درہم و برہم اور ہر بوالہوس اپنے طور و طریق میں مستقل ہو جائیگا۔ مرید صادق ہزار خوابوں کو بھی اپنے پیر کے ہوتے ہوئے آدھے جو میں بھی نہیں خریدے گا اور طالب رشید پیر کے ہوتے اس قسم کے خوابوں کو خوابہائے پریشان سمجھے گا، شیطان لعین بڑا زبردست دشمن ہے جو لوگ انتہائے کمال کو پہنچ گئے ہیں وہ بھی اسکی چال سے مامون و بے فکر نہیں ہیں بلکہ اس کی مکاری سے برابر ڈرتے اور لرزتے رہتے ہیں۔

مبتدیوں اور متوسطوں کا ذکر ہی کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ
منتہی غلبۂ شیطان سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ برخلاف مبتدیوں اور متوسطوں کے
(کہ غلبۂ شیطان سے ان کے مغلوب ہو جانیکا قوی اندیشہ ہے) پس ان کی خوابیں
قابل اعتماد اور شیطان کے مکر سے محفوظ نہیں (اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ)
جس خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں وہ تو سچی ہی ہوتی ہے اور
مکر شیطان سے محفوظ۔ اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ
شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔ لہٰذا مذکورہ بالا خوابیں سچی ہیں اور مکر
شیطان سے محفوظ ہیں۔ (اس کا جواب یہ ہے) کہ صاحب فتوحات مکیہ (شیخ اکبر
ابن عربی رح) نے شیطان کے عدم تمثل و تشکل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس
صورت خاص کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو مدینہ منورہ میں (گنبد خضرا کے اندر)
مدفون ہے۔ شیخ اکبر رح شکل خاص کے علاوہ کسی اور شکل میں عدم تمثل کو تجویز نہیں
کرتے (یعنی وہ کہتے ہیں کہ شیطان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل شکل میں تو نہیں
آسکتا البتہ دوسری شکل میں آکر .... اور اصلی شکل کا گمان پیدا
کرکے دھوکہ میں ڈال سکتا ہے) اور یہ بات ظاہر اور ناقابل ترک و شبہ ہے کہ
خواب میں اس شکل خاص کی تمیز بہت ہی مشکل ہے۔ لہٰذا (ہر) خواب کیسے لائق
اعتماد ہوگی۔ اچھا اگر عدم تمثل کو صورت خاصۂ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ مخصوص نہ بھی کریں جیسا کہ بہت سے علماء نے مخصوص نہیں کیا اور مناسب
رفعت شان نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی ہے کہ مخصوص نہ کیا جائے تو پھر ہم یہ
ضرور کہیں گے کہ اس دیکھی ہوئی صورت سے احکام حاصل کرنا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی پسندیدہ اور غیر پسندیدہ باتوں کا معلوم کرنا مشکل ہے کیونکہ ہو سکتا ہے
کہ دشمن لعین (شیطان) درمیان میں آگیا ہو اور خلاف واقع کو واقع بتلا رہا ہو

اور شبہ میں ڈالکر اپنی عبارت و اشارت کو اس ذاتِ عالی کی عبارت و اشارت بتلا رہا ہو (یعنی بموجب حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو واقعی آپ ہی کو دیکھا مگر خواب کے کلام اور اشارت کو تعلیماتِ محمدیہ اور شریعتِ مطہرہ کے مطابق کرکے دیکھا جائیگا۔ اگر وہ اس قانون کے مطابق ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعہ سے دنیا میں اشاعت پذیر ہوا تو قابلِ تسلیم ہے ورنہ مخالفت قانونِ شریعت کی صورت میں قابلِ قبول نہ ہوگا، خود حدیث میں بھی رویت کے حق ہونے کو فرمایا گیا ہے۔ کلام کے بارے میں نہیں فرمایا گیا کہ ایسے خواب کا ہر مسموع کلام حق ہے)۔

حالتِ خواب حواس کے معطل ہونے کی حالت ہے اور التباس و اشتباہ کا محل بھی ہے علاوہ ازیں خواب کے عالم میں انسان تنہا ہوتا ہے پھر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ خواب (ہر حیثیت سے) تصرفِ شیطان اور تلبیس ابلیس سے محفوظ ہے۔؟ یا یوں کہا جائے گا کہ چونکہ مولود میں قصائد و نعت پڑھنے یا سننے والوں کے ذہن میں یہ بات پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے راضی ہونگے جیسا کہ دنیا کے ممدوح اپنی مدح گویوں سے راضی ہوتے ہیں اور یہ بات ان کی قوتِ متخیلہ میں نقش تھی اسلئے ہو سکتا ہے کہ خواب میں انھوں نے اپنی صورتِ متخیلہ کو دیکھا ہو۔ اور اس خواب کی نہ کوئی حقیقت ہو اور نہ وہ شیطانِ لعین کا تمثل ہو۔ اسکے علاوہ اگر وہ خواب سچی ہو تو یہ سچی خواب کبھی ظاہر پر محمول ہوتی ہے اور اس کی حقیقت وہی ہوتی ہے جس کو دیکھنے والے نے دیکھا ہے۔ مثلاً زید کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد بھی حقیقتِ زید ہی ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر سے پھیر کر اس کی تعبیر لی جاتی ہے۔ مثلاً صورتِ زید کو خواب میں دیکھا ہے اور اس سے مراد عمرو ہو اس علاقہ و مناسبت کی بناء پر جو زید و عمرو

کے درمیان میں ہے۔ پس یہ خوابہائے مذکورہ جن کو دوستوں نے دیکھا ہے کہاں سے معلوم ہوا کہ ظاہر ہی پر محمول ہیں اور ظاہر سے پھیری ہوئی نہیں ہیں۔ یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ ان خوابوں کی کوئی دوسری تعبیر ہو اور وہ خوابیں دوسرے امور کی طرف کنایہ ہوں۔ اس صورت میں تمثل شیطانی کی گنجائش ماننے کی بھی ضرورت نہیں۔ الغرض محض خوابوں پر ہی بھروسہ نہ رکھنا چاہیئے۔ خارج میں اشیاء موجود ہیں کوشش کی جائے کہ ان اشیاء کو بیداری میں دیکھیں کہ یہ صورت شایان اعتماد ہے اور اسمیں تعبیرات کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ جو خواب و خیال میں دیکھا جائیگا وہ خواب و خیال ہی ہے ۔۔۔ خانقاہ دہلی کے دوست مدت سے اپنی ایک روش پر زندگی گذار رہے ہیں۔ خیر ان کو اختیار ہے مگر میر محمد نعمان کو تو تعمیل حکم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر میرے منع کرنے کے بعد وہ ایک لمحہ بھی توقف کرینگے تو اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ ان کیلئے خاص طور پر ضرر کا اندیشہ ہے۔ اگر فرض کرو وہ بھی توقف کرینگے۔ تو ضرر کسے پہنچے گا۔ فقیر جو اتنے مبالغہ کے ساتھ منع کر رہا ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں اپنے طریقے کی مخالفت ہے۔

طریقے کی مخالفت خواہ سماع و رقص کے ساتھ ہو خواہ مولود و شعر خوانی کے ساتھ دونوں برابر ہیں۔ ہر طریقے میں ایک مطلب خاص تک پہنچنا ہوتا ہے ہمارے اس طریقے میں مطلب خاص تک پہنچنا ان امور مذکورہ کے چھوڑنے پر موقوف ہے جس کسی کو ہمارے اس طریقے کی طلب مقصود ہو اس کو چاہیئے کہ اس طریقے کی مخالفت سے اجتناب کرے۔ بستی نیز ورآباد (دہلی) جو ہم فقراء کا ملجا اور ماوی ہے اور ہمارے پیر و مرشد کا مرکز۔ اسمیں اگر کوئی ایسی بات پیدا کی جائے جو اس طریقے کے مخالف ہو تو ہم فقراء کے لئے یہ امر باعثِ تشویش و اضطراب ہے۔ مخدوم زادگان، (خواجہ عبداللہ و خواجہ عبید اللہ) اپنے والد بزرگوار کے طریقے کو محفوظ رکھنے

کے لئے زیادہ ذمہ دار ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے صاحبزادوں نے اپنے والد بزرگوار کے طریقے میں تغیر آجانیکے بعد ان کے اصل طریقے کی محافظت کی اور تغیر و تبدل کرنے والوں سے مجادلہ کیا، چنانچہ آپ نے بھی اس کو سنا ہوگا آپ نے ہمارے حضرت خواجہ کے متعلق بھی کچھ لکھا تھا۔ ہاں شروع شروع میں انھوں نے بعض امور میں مشرب ملامیتہ کی رعایت کر کے سہل پسندی سے کام لیا ہے اور ملامت کو ترجیح دیکر بعض معاملات میں ترک عزیمت (ترکِ اولیٰ) کو اختیار کیا ہے۔ لیکن آخر میں ان باتوں سے اجتناب کرتے تھے اور ملامت و ملامیتہ سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ ازروئے انصاف فرمایئے اگر بالفرض حضرت خواجہ باقی باللہؒ اس وقت دنیا میں موجود ہوتے اور یہ مجلس (مولودخوانی) منعقد ہوتی تو کیا وہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے۔؟

فقیر کو تو یقین ہے کہ وہ ہرگز اس امر کو جائز نہ رکھتے بلکہ وہ اس سے منع فرماتے مقصود فقیر اطلاع کرنا ہے میری بات کو قبول کیجئے یا نہ کیجئے۔

اگر مخدوم زادگان اور وہاں کے احباب اسی موضوع پر قائم رہے تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے محرومی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ والسلام اولاً و آخراً۔[1]

حضرت مجدد صاحبؒ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق جو مکتوب میں تحریر فرمایا ہے وہ اجماعی مسئلہ ہے لیکن خواب میں اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف کوئی چیز دیکھی یا سنی جائے تو وہ معتبر نہیں۔ اس مسئلہ کو یہ ناکارہ اپنے اردو رسائل فضائل درود شریف، فضائل حج اور خصائل نبوی ص شرح شمائل میں تفصیل سے لکھ چکا ہے۔ فضائل درود شریف میں اس مسئلہ پر یہ لکھا ہے

---

[1] مکتوبات جلد ثالث کے ایک مکتوب کے اندر اسی سلسلہ میں خواجہ حسام الدین احمدؒ کو زوردار طریقہ پر آخری بات تحریر فرماتے ہیں۔ جب تک اس قسم کی مجلس کا دروازہ مطلقاً بند نہ کیا جائیگا بوالہوس باز نہ آئینگے۔

تنبیہ ۹۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جانا بڑی سعادت ہے لیکن دو امر قابلِ لحاظ ہیں اول وہ جس کو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے نشر الطیب میں تحریر فرمایا ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

"جاننا چاہیئے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اسکے لیے بجائے اسکے خواب ہی میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایۂ تسلی اور فی نفسہ ایک نعمت عظمیٰ دولت کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں محض موہوب ہے۔ ولنعم ما قیل۔

ع ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(ترجمہ) کسی نے کیا ہی اچھا کہا کہ یہ سعادت قوت بازو سے حاصل نہیں ہوتی ہے جب تک اللہ جل شانہ کی طرف سے عطا اور بخشش نہ ہو ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہو گیئں۔ البتہ غالب یہ ہے کہ کثرت درود شریف وکمال اتباعِ سنت وغلبۂ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں۔ اسلئے اسکے نہ ہونے سے مغموم ومحزون نہ ہونا چاہیئے کہ بعض کے لئے اسی میں حکمت و رحمت ہے۔ عاشق کو رضائے محبوب سے کام خواہ وصل ہو تب، ہجر ہو تب وللہ در من قال۔ ع

ارید وصاله ویرید ہجری فاترک ما ارید لما یرید

(ترجمہ) اور اللہ ہی کے لئے خوبی ہے اس کہنے والے کی جس نے کہا کہ میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے فراق چاہتا ہے۔ میں اپنی خوشی کو اس کی خوشی کے مقابلہ میں چھوڑتا ہوں۔ قال العارف الشیرازی۔ ع

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

(ترجمہ) عارف شیرازی فرماتے ہیں فراق و وصل کیا ہوتا ہے، محبوب کی رضا ڈھونڈو کہ محبوب سے اسکی رضا کے سوا تمنا کرنا ظلم ہے۔

اس سے یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اگر زیارت ہو گئی مگر طاعت سے رضا حاصل نہ کی

تو وہ کافی نہ ہوگی۔ کیا خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے حضرات
زائر معنیً مہجور اور بعضے صورۃً مہجور جیسے اویس قرنی۔ اویس قرنی معنیً قرب سے
مسرور تھے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانے میں کتنے لوگ ایسے تھے
کہ جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر وقت زیارت ہوتی تھی۔ لیکن اپنے کفر و
نفاق کی وجہ سے جہنمی رہے۔ اور حضرت اویس قرنی رض مشہور تابعی ہیں اکابر صوفیا
میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن اپنی والدہ
کی خدمت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے
لیکن اسکے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ان کا ذکر فرمایا۔ اور
یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو تم میں سے ان سے ملے وہ ان سے اپنے لئے دعاء مغفرت کرائے
ایک روایت میں حضرت عمر رض سے نقل کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت
اویس کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اس کو ضرور پورا کرے
تم ان سے دعاء مغفرت کرانا۔ (اصابہ)

گو تھے اویس دور مگر ہو گئے قریب ۔ بو جہل تھا قریب مگر دور ہو گیا

دوسرا امر قابل تنبیہ یہ ہے کہ جس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو
خواب میں دیکھا اس نے یقیناً اور قطعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت
کی۔ روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے اور محقق ہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے
یہ قدرت عطا نہیں فرمائی کہ وہ خواب میں اگر کسی طرح اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم ہونا ظاہر کرے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نبی ہوں۔ یا خواب دیکھنے والا شیطان کو
نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ بیٹھے۔ اسلئے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن
اسکے باوجود اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اصلی ہیئت میں نہ دیکھے یعنی حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ہیئت اور حلیہ میں دیکھے جو شان اقدس کے مناسب

نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کا قصور ہوگا جیسا کہ کسی شخص کی آنکھ پر سرخ یا سبز یا سیاہ عینک لگا دی جائے تو جس رنگ کی آنکھ پر عینک ہوگی اسی رنگ کی سب چیزیں نظر آئیں گی۔ اسی طرح بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ اگر نئے ٹائم پیس کی لمبائی میں کوئی شخص اپنا چہرہ دیکھے تو اتنا لمبا نظر آئیگا کہ حد نہیں۔ اور اگر اس کی چوڑائی میں اپنا چہرہ دیکھے تو ایسا چوڑا نظر آئیگا کہ خود دیکھنے والے کو اپنے چہرہ پر ہنسی آجائیگی۔ اسی طرح سننے میں بھی سننے والے کے اثرات کو دخل ہوتا ہے، جوانی میں ایک بہرہ کا قصہ بڑا ضرب المثل رہا ایک بڑے میاں صبح کو اپنے کرتے کی جیب میں کچھ لئے آرہے تھے انکے ایک دوست رستہ میں ملے۔ انھوں نے بہرہ کو سلام کیا اس نے جواب میں کہا کہ بازار گیا تھا بینگن لایا ہوں، دوست نے کہا کہ بال بچے اچھے ہیں؟ بہرے نے کہا کہ سب کا بھرتا کرونگا، دوست کو ہنسی آگئی بہرے نے کہا بہت مزیدار ہوتا ہے دوپہر کو تو بھی ہمارے ساتھ کھائیے۔ جب جاگنے میں اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں تو خواب میں تو اور بھی اسکے احتمالات ہوتے ہیں۔

اسی طرح سے اگر خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد شریعت مطہرہ کے خلاف سُنے تو وہ محتاجِ تعبیر ہے۔ شریعت کے خلاف اس پر عمل کرنا جائز نہیں، چاہے کتنے ہی بڑے شیخ اور مقتدیٰ کا خواب ہو۔ مثلاً کوئی شخص دیکھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ناجائز کام کے کرنے کی اجازت یا حکم دیا تو وہ درحقیقت حکم نہیں بلکہ ڈانٹ ہے۔ جیسا کوئی شخص اپنی اولاد کو کسی برے کام سے روکے اور وہ مانتا نہ ہو تو اس کو تنبیہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ "کر اور کر" یعنی اس کا مزہ چکھا دونگا۔ اور اسی طرح سے کلام کے مطلب کا سمجھنا جس کو تعبیر کہا جاتا ہے یہ بھی ایک دقیق فن ہے، تعطیر الانام فی تعبیر المنام میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس سے ایک فرشتے نے کہا کہ تیری بیوی تیرے

فلاں دوست کے ذریعہ تجھے زہر پلانا چاہتی ہے۔ ایک صاحب نے اسکی تعبیر دی۔ اور وہ صحیح تھی کہ تیری بیوی اس فلاں سے زنا کرتی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے واقعات اس قسم کے فن تعبیر کی کتابوں میں لکھے ہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے، کہ امام نووی نے لکھا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا خواہ آپ کی صفت معروفہ پر دیکھا ہو یا اسکے علاوہ۔ اور اختلاف اور تفاوت صورتوں کا باعتبار کمال ونقصان دیکھنے والے کے ہے جس نے حضرت کو اچھی صورت میں دیکھا بسبب کمالِ دین اپنے کے دیکھا اور جس نے برخلاف اسکے دیکھا بسبب نقصان اپنے دین کے دیکھا، اسی طرح ایک نے بڈھا دیکھا ایک نے جوان اور ایک نے راضی اور ایک نے خفا، یہ تمام مبنی ہے اوپر اختلاف حال دیکھنے والے کے، پس دیکھنا آنحضرتؐ کا گویا کسوٹی ہے معرفت احوال دیکھنے والے کے۔ اور اسمیں ضابطہ مفیدہ ہے سالکوں کیلئے کہ اس سے احوال اپنے باطن کا معلوم کرکے علاج اسکا کریں۔ اور اسی قیاس پر بعض اربابِ تمکین نے کہا ہے کہ جو کلام آنحضرتؐ سے خواب میں سُنے تو اس کو سنتِ قویمہ پر عرض کرے۔ اگر موافق ہے تو حق ہے اور اگر مخالف ہے تو بسببِ خلل سامعہ اس کی کے ہے۔ پس رویائے ذات کریمہ اور اس چیز کا کہ دیکھی یا سُنی جاتی ہے حق ہے اور جو تفاوت اور اختلاف ہے سمجھ سے ہے۔ حضرت شیخ علی متقیؒ نقل کرتے تھے کہ ایک فقیر نے فقرا مغرب سے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا کہ اس کو شراب پینے کے لئے فرماتے ہیں اس نے واسطے رفع اس اشکال کے علما سے استفتار کیا کہ حقیقتِ حال کیا ہے۔ ہر ایک عالم نے محمل اور تاویل اسکی بیان کی، ایک عالم تھے مدینہ میں نہایت متبع سنت ان کا نام شیخ محمد عراق تھا جب وہ استفتار ان کی نظر سے گذرا تو فرمایا یوں نہیں جس طرح اُسنے

سنا ہے، آنحضرت ؐ نے اسکو فرمایا کہ لا تشرب الخمر یعنی شراب نہ پیا کر اس نے لا تشرب کو اشرب سنا، حضرت شیخ عبدالحق نے اس مقام کو تفصیل سے لکھا ہے اور میں نے مختصر، (انتہی مختصراً بتغیر)۔ جیساکہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ لا تشرب کو اشرب سُن لیا محتمل ہے لیکن جیسا اس ناکارہ نے اوپر لکھا اگر اشرب الخمر ہی فرمایا ہو یعنی "شراب پی" تو یہ دھمکی بھی ہوسکتی ہے جیساکہ لہجہ کے فرق سے اس قسم کی چیزوں میں فرق ہوجایا کرتا ہے

سہارنپور سے دہلی جانے والی لائن پر آٹھواں اسٹیشن کھاتولی ہے، مجھے خوب یاد ہے کہ بچپن میں جب میں ابتدائی صرف و نحو پڑھتا تھا اور اس اسٹیشن پر گذر ہوتا تھا تو اسکے مختلف معنی بہت دیر تک دل میں گھوما کرتے تھے۔ یہ مضمون مختصر طور پر رسالہ فضائل حج اور شمائل ترمذی کے ترجمہ خصائل میں بھی گذر چکا۔

ﮯ یارب صل وسلم دائماً ابداً ۔ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

خواب کے متعلق فضائل حج میں بھی ایک مضمون لکھا جا چکا جس کا اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

ابن امیر الحاج مدخل میں لکھتے ہیں کہ اس سے بہت احتراز کرنا چاہیئے کہ خواب میں یا غیبی آواز سے جاگتے میں کسی ایسی چیز کی طرف قلب کو طمانیت اور سکون ہو جو صدرِ اول کے خلاف ہو، اسی طرح سے خواب میں دیکھنے کی وجہ سے کسی ایسی چیز کی طرف مانوس ہو جو سلف کے خلاف ہو، اس سے بھی احتراز کرنا چاہیئے جیساکہ بعض لوگوں کو پیش آگیا کہ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنیکا حکم فرمایا اور دیکھنے والے نے محض خواب کی بنا پر اس پر عمل شروع کردیا اور اس کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلعم پر پیش کرکے نہیں جانچا، حالانکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ط اور اللہ جل شانہ کی طرف رد کرنیکا مطلب انکی کتاب پر پیش کرنا ہے اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رد کرنیکا مطلب آپ کی حیات میں آپ کی ذات پر پیش کرنا تھا اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی سنّت پر پیش کرنا ہے۔ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھی کو دیکھا بے تردد حق ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ نے خواب پر عمل کا مکلّف نہیں بنایا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین آدمی مرفوع القلم ہیں۔ اُن میں سے ایک وہ شخص ہے جو سو رہا ہو، یہاں تک جاگ جائے (دوسرا بچّہ، تیسرا مجنون) اسکے علاوہ یہ بھی وجہ ہے کہ علم اور روایۃ اسی شخص سے حاصل کی جاسکتی ہے جو متیقظ ہو حاضر العقل ہو۔ اور سونے والا ایسا نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم یا ممانعت اگر خواب میں دیکھی جائے۔ تو اس کو کتاب و سنت پر پیش کیا جائے اگر انکے موافق ہو تو خواب بھی حق ہے اور کلام بھی حق ہے اور یہ دیکھنے والے کی طمانیت کیلئے بشارت کے طور پر ہے اور اگر ان کے خلاف ہو تو سمجھنا چاہیے کہ خواب تو حق ہے لیکن شیطانی اثر ہے سننے والے کے کان میں ایسی چیز پڑی جو حضور نے ارشاد نہیں فرمائی۔

امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات کے شروع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں لکھا ہے کہ جس نے آپکو خواب میں دیکھا بیشک اس نے آپ ہی کو دیکھا کہ شیطان آپ کی صورت نہیں بنا سکتا لیکن اسکے اگر کوئی چیز خواب میں احکام کے متعلق سنی تو اُس پر عمل جائز نہیں نہ اسوجہ سے کہ خواب میں کوئی تردد ہے بلکہ اسوجہ سے کہ دیکھنے والیکا ضبط معتمد نہیں ہے

صاحبِ مدخل نے آگے بھی اسمیں طویل کلام کیا ہے بقدر ضرورت نقل کیا گیا اور انکے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے اسکی تصریح فرمائی ہے جو اوپر گذرا۔" و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الاولین والاٰخرین سیدنا محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین

کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون۔

محمد زکریا، نزیل المدینۃ المنورہ، ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

تالیفات حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم

فضائل زبانِ عربی

تاریخ مشائخ چشت ۱۲/۰۰

مکتوبات شیخ جلد دوم ۴/۰۰

" جلد سوم ۳/۰۰

تذکرۃ الخلیل عکسی مع اضافہ و اصلاحات ۱۶/۵۰

اختلاف الائمہ ۲/۵۰

تقریر بخاری اردو، جلد اول ۱۳/۵۰

" " ثانی ۱۲/۵۰

تاریخ مظاہر جلد اول ۸/۰۰

" جلد ثانی ۱۳/۰۰

مکتوبات تصوف (یعنی مکتوب شیخ جلد ۱) ۸/۰۰

مکتوبات علمیہ ۱۳/۰۰

اکابر کے خطوط ۸/۰۰

فضائل ذکر ۵/۰۰

فضائل نماز ۲/۲۵

فضائل قرآن ۱/۸۰

فضائل رمضان ۱/۶۰

فضائل تبلیغ ۰/۸۰

حکایاتِ صحابہ ۴/۰۰

فضائل درود شریف ۴/۰۰

فضائل صدقات کامل ۱۵/۰۰

فضائل حج ۵/۵۰

مسلمانوں کی پریشانیوں کا علاج ۲/۰۰

اسلامی سیاست ۶/۰۰

تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور انکے جوابات ۶/۰۰

خوانِ خلیل حصہ دوم تذکرۃ الخلیل ۲/۰۰

ارشاد الملوک ترجمہ امداد السلوک
مع اضافہ مقدمہ حضرت شیخ الحدیث } ۴/۰۰

اکمال الشیم ۸/۰۰

صحبتے با اولیاء، ملفوظاتِ حضرت ۶/۰۰

آپ بیتی حضرت شیخ مدظلہ نمبر ۱ ۰/۷۵

" نمبر ۲ " " ۳/۵۰

" نمبر ۳ " " ۴/۵۰

" نمبر ۴، ۵، ۶، ۷ ۵/۰۰، ۵/۰۰، ۱۲/۰۰

ملنے کا پتہ

کتب خانہ یحیوی متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی،